© rasailojaraid.com

جناب مولانا محمد محترم فہیم صاحب ایم اے ۔ لاہور

کائنات میں انسان کی حیثیت

موجودہ دور کا انسان جس شدید قسم کے ذہنی خلفشار سے دوچار ہے اسکی وجہ درحقیقت یہ ہے کہ وہ اس کائنات میں اپنا صحیح مقام متعین کرنے سے قاصر رہا ہے۔ مادی لحاظ سے جس قدر اس نے ترقی کی ہے اسی قدر بلکہ اس سے کہیں زیادہ وہ روحانی اعتبار سے نظریاتی دیوالیہ پن کا شکار ہوتا چلا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی فلاح کے جتنے راستے بھی اس نے اپنی عقل سے متعین رکھے وہ اسکو فلاح کی طرف لے جانے کی بجائے بالآخر اسکی تباہی و بربادی پر منتج ہوئے ہیں۔ ہر راستے کے اختتام پر اس نے یہی دیکھا کہ جہاں سے چلا تھا ابھی وہیں ہے۔ ہر بار یہ حقیقت پوری طرح کھل کر اس کے سامنے آگئی کہ اپنی عقل سے جو راستہ اس نے اپنے لئے چنا تھا وہ محض بھول بھلیوں کا ایک مجموعہ تھا۔ اور یہ سب کچھ منطقی نتیجہ کے طور پر ہوا یہی کچھ ہونا تھا اس پر حیرانی کی کوئی وجہ نہیں۔ انسان کی عقل محدود ہے، وہ اپنی حدود کے اندر رہ کر ہی انسان کی بھلائی اور برائی میں تمیز کر سکتی ہے۔ انسان کی زندگی کے تمام گوشے اس پر عیاں نہیں ہیں وہ انسان کے ماضی سے فائدہ اٹھا کر کچھ نتائج تو اخذ کر سکتی ہے لیکن انسان کا مستقبل اس کے لیے محض تاریکی ہی تاریکی ہے آئندہ کے حالات و واقعات کا نہ اسے کوئی علم اور نہ ان کو اپنی مرضی کے مطابق سنوارنے یا بگاڑنے پر اسے کچھ قدرت۔ یہی وجہ ہے کہ عقلی بنیادوں پر استوار فلسفہ ہائے زندگی کو ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ انسان کی فلاح کا صحیح ترین اور مفید ترین راستہ وہی ہو سکتا ہے جو کسی ایسی ہستی کا متعین کیا ہوا ہو جس پر نہ صرف انسان کی زندگی کے تمام گوشے منوّر ہوں بلکہ انسان کا ماضی و مستقبل بھی اس کے لئے یکساں حیثیت رکھتا ہو اور انسان کی فلاح کا راستہ ایک مرتبہ متعین کر دینے کے بعد وہ ہستی اس راستے کو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھنے پر بھی پوری پوری قدرت رکھتی ہو۔ ایسی ہستی اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی — وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عالم الغیب والشہادۃ اور قادر مطلق ہے۔ اسی کا متعین کردہ راستہ انسانی فلاح کے لئے صحیح ترین اور کامیاب ترین راستہ ہے اور تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ جب کبھی اور جہاں کہیں انسانوں کے کسی گروہ نے اللہ تعالیٰ کا متعین کردہ راستہ اختیار کیا فوز و فلاح نے ان کے قدم چومے۔ مگر وہیں اس نے اس راستے میں اپنی عقل کو دخل دیا یا اس جادۂ حق سے ہٹ کر کوئی دوسری راہ تلاش کرنے کی کوشش کی اس نے منہ کی کھائی اور حرمان وخسران کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔

اس وسیع کائنات میں انسان کی کیا حیثیت ہے۔؟ یہ ایک ایسا فطری سوال ہے جو انسان کے ذہن کو اسکی ابتدائے آفرینش سے پریشان کرتا رہا ہے اور یہی وہ سوال ہے جس کے جواب کی تلاش نے مختلف مذاہب کو اور مختلف فلسفہ ہائے زندگی کو جنم دیا۔ تمام مذاہب کی تعلیمات میں خواہ وہ مذاہب آسمانی ہوں یا غیر آسمانی اس سوال کو بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے اپنے اپنے انداز میں اور اپنی اپنی پہنچ کے مطابق ہر مذہب نے اس سوال کا جواب دیا ہے یہ سوال اتنا اہم ہے کہ انسان کی عملی زندگی کی پوری عمارت اور اس وسیع کائنات میں اس کے صحیح یا غلط کردار کا پورا ڈھانچہ اسی ایک سوال کے جواب کی بنیادوں پر منحصر ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام مذاہب کی کل تعلیمات اسی ایک سوال کے جواب کے گرد گھومتی ہیں۔ جب یہ سوال اتنی اہمیت کا حامل ہے تو صاف ظاہر ہے کہ وہی مذہب کامیاب ترین مذہب قرار دیا جا سکتا ہے جو اس سوال کا صحیح صحیح اور انسانی فطرت کے عین مطابق جواب دے ایک ایسا جواب جو اپنی جزئیات میں تضاد سے پاک ہو اور اس کائنات کی فطری روش اور انسان کی عملی زندگی کے درمیان پوری پوری ہم آہنگی پیدا کرنے کا موجب ہو گویا کسی مذہب کا حق ہونا یا اس کا باطل ہونا اسی ایک سوال کے جواب پر موقوف ہے۔ جس طرح اور مذاہب نے اس سوال سے بحث کی ہے اسی طرح مذہب اسلام میں بھی یہ سوال بنیادی اور مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔ مگر اس سوال کے جواب میں جس طرح دیگر مذاہب نے ٹھوکریں کھائی ہیں اسلام کا دامن نہ صرف اس سے بالکل پاک ہے بلکہ اس نے اس سوال کا ایسا صحیح اور مکمل و مدلل جواب دیا ہے کہ اس سے بہتر جواب ممکن ہی نہیں جو انسانی فطرت کے عین مطابق اور اس کائنات کی فطری روش سے پورا پورا ہم آہنگ ہے جسکو عقل انسانی نہ صرف یہ کہ من وعن قبول کرنے پر مجبور ہے بلکہ اس سے بہتر جواب کے تصور سے بھی عاجز ہے۔

قبل اس کے کہ ہم یہ دیکھیں کہ اسلام نے انسان کو اس وسیع کائنات میں کیا مقام عطا کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اور دیگر مخلوقات عالم کے درمیان اسے کس حیثیت کا حامل ٹھہرایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دیگر مذاہب نے اس سلسلے میں جو کچھ کہا ہے ہم ایک نظر اس پر بھی ڈال لیں، کیونکہ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اس سوال کے جواب میں ماسوائے اسلام کے تقریباً ہر مذہب نے ٹھوکر کھائی ہے اس لئے اسلام کے پیش کردہ جواب کی اہمیت اور اس کا مقام بلند شاید اس وقت تک پوری طرح واضح نہ ہو جب تک ہم اس بارے میں دیگر مذاہب کی لغزشوں سے واقف نہ ہو جائیں اور یہ نہ جان لیں کہ ان مذاہب نے کائنات میں انسان کو جو حیثیت دی ہے، وہ کس قدر انسانی فطرت کے خلاف اور کس قدر عقل کے اصولوں کے منافی ہے۔

اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے ہندو دھرم کو لیتے ہیں، کیونکہ اس مذہب کے علمبرداروں کو اس کے بارے میں سب سے قدیم مذہب ہونے کا دعوٰی ہے۔ ہندو دھرم انسان کو ایک مجبور و بے بس حقیر شئے سمجھتا ہے وہ فطرت کی بڑی بڑی طاقتوں کے مقابلہ میں انسان کو کمزور اور بے بس دیکھتا ہے تو بے دھڑک حکم لگا دیتا ہے کہ وہ ایک نہایت ہی حقیر ہستی ہے، نفع و نقصان پہنچانے والے ظاہری اسباب پر اسکی نظر پڑتی ہے اور سبب اصلی کی کھوج لگائے بغیر وہ انسان کو ان نافع وضار قوتوں ہی کا متبوع و محکوم سمجھ بیٹھتا ہے۔ اسکی نظر سے انسان کی وہ حیثیت بالکل ہی اوجھل ہو گئی جسکی بنا پر اسے تمام کائنات پر شرف و بزرگی حاصل ہے۔ ہندو دھرم انسانی زندگی کا صرف تاریک پہلو ہی دیکھ سکا ہے۔ اسکی زندگی کے روشن پہلو پر اسکی نظر ہی نہ پڑ سکی۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ انسان اس نظریہ پر ایمان رکھ کر اپنی اصل حقیقت ہی سے بے خبر ہوتا چلا گیا۔ کائنات میں موجود دیگر لاتعداد حقیر و معمولی اشیاء کی طرح اس نے اپنے آپ کو بھی ایک حقیر ترین ہستی جانا اور ہر اس دیّت کے سامنے سربسجود ہو گیا جو کسی لحاظ سے بھی اسے اپنے سے بدتر نظر آئی۔ نہ صرف چاند سورج پہاڑ دریا طوفان آندھی جیسے مظاہر فطرت کو وہ اپنا معبود بنا بیٹھا بلکہ مٹی اور گارے کے ان پتلوں کے سامنے جھکنے میں بھی اسے کوئی عار نظر نہ آیا جو خود اس کے اپنے ہاتھوں کی بدولت وجود پاتے تھے۔ غور کا مقام ہے کہ کائنات میں جو حیثیت انسان کو ہندو دھرم دیتا ہے اس پر یقین رکھ کر ایک لمحہ کیلئے بھی انسان بطور انسان کے زندگی بسر کر سکتا ہے؟ کیا اینٹ پتھر سے زیادہ انسان کی کوئی حیثیت پھر باقی رہ جاتی ہے۔ کیا یہ نظریہ انسانی فطرت کی عین ضد نہیں اگر تمام نوع انسانی اس نظریہ پر ایمان لے آئے تو کیا اس کائنات کے درہم برہم ہونے میں کوئی شک رہ جاتا ہے۔ غور کیجئے اس سے زیادہ مضحکہ خیز کوئی اور نظریہ ہو سکتا ہے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہندو دھرم کے بعد بدھ مذہب کو سب سے قدیم مذہب شمار کیا جاتا ہے، وہ انسان کو اور اس کائنات کو محض دکھوں کا ایک مجموعہ خیال کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ یہ کائنات کا سارا کارخانہ صرف اس لئے چل رہا ہے کہ انسان کو رنج وغم پہنچائے۔ اسی نظریہ کی بنیاد پر وہ سمجھتا ہے کہ اس ابدی رنج اور تکلیف سے نجات کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ انسان اپنی خواہشات ترک کر دے اور اس دنیا سے کوئی دلچسپی نہ رکھے۔ نتیجہ اس نظریہ کا بھی یہی ہوا کہ انسان اس کائنات میں انسان کی حیثیت سے اپنا کوئی مقام متعین نہ کرسکا، وہ دنیا کو تیاگ بیٹھا، نفس کشی اور ریاضت سے اس نے از خود اپنے تمام احساسات کو باطل کرلیا، اور اس کائنات میں ایک عضو معطل ہو کر رہ گیا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ نظریہ بھی انسانی فطرت اور اس کائنات کی فطری روش سے کسی طرح مطابقت نہیں رکھتا۔ اس نظریہ پر ایمان لانے کا مطلب اس کارخانۂ کائنات کے تعطل محض کے سوا اور کچھ نہیں۔

عیسائیت آئی اور اس نے انسان کی حقیقت کے بارے میں ایک اور ہی اچھوتا نظریہ پیش کیا۔ یہاں یہ خیال رہے کہ عیسائیت سے ہماری مراد وہ عیسائیت ہے جس کے اصل بانی مبانی حضرت عیسیٰ نہیں بلکہ سینٹ پال ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ تو اسی اسلام کے مبلغ تھے جو حضرت آدم سے شروع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر مکمل ہوتا ہے اس موجودہ عیسائیت سے حضرت عیسیٰ کا دور کا واسطہ بھی نہیں، یہ تو سینٹ پال کے یونانی فلسفۂ الٰہیات سے مرعوبیت کا کرشمہ ہے۔ غرض سینٹ پال کی عیسائیت نے کائنات میں انسان کی حیثیت کے بارے میں ایک اچھوتا نظریہ پیش کیا۔ اس نے کہا کہ انسان ازل سے خطاکار ہے، اور دنیاوی لذات و مسرات بلکہ پوری دنیوی زندگی محض گناہ سے عبارت ہے، اس لئے جو شخص ان سے لطف اندوز ہوگا وہ آسمانی بادشاہت یعنی آخرت میں کوئی حصہ نہ پائے گا۔ یہ ایک علیحدہ بحث ہے کہ عیسائیت نے جب یہ محسوس کیا کہ دنیا کو استعمال کرنے کے سلسلہ میں انسان اپنی جبلت سے مجبور ہے تو آسمانی بادشاہت سے بہرہ مند ہونے کیلئے کفارہ کے عقیدے کی ایجاد کر کے کس طرح اس نے انسان کو بالکل ہی اس کے اعمال کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا۔ بہرحال عیسائیت کی پیش کردہ انسان کی اس حیثیت کو سامنے رکھئے اور غور کیجئے کہ کیا اس میں اتنی صلاحیت ہے کہ انسانی فطرت کے تقاضا کا مقابلہ کرسکے۔ کیا یہ نظریہ انسان کو رہبانیت کے علاوہ بھی کسی اور راستے پر لے جاسکتا ہے؟ یا اس مشکل کے حل کے نتیجے میں عقیدہ کفارہ پر ایمان رکھ کر کیا انسان حیوانیت کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انتہائی پستیوں میں گرنے سے کسی طور بھی بچ سکتا ہے۔ ؟ عیسائی دنیا کا یہ موجودہ اخلاقی دیوالیہ پن اسی نظریہ کا تو نتیجہ ہے اس نظریہ کی ناکامی دنیا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہی ہے۔

یہ تو تھا اس سلسلہ میں اسلام کے علاوہ ان مذاہب کا حال جو دنیا کے بڑے مذاہب میں سرفہرست شمار ہوتے ہیں اب ذرا ایک نظر یہودیت پر بھی ڈالتے چلیں، گو تاریخی اعتبار سے تو یہودیت کا نمبر عیسائیت سے پہلے ہے مگر موجودہ مقام اور اہمیت کے لحاظ سے اس کا نمبر عیسائیت کے بعد ہی آتا ہے۔ یہودیت کے سلسلہ میں یہ بات بڑی اہم ہے کہ اس کے مخاطبین صرف بنی اسرائیل ہیں یہ مذہب صرف بنی اسرائیل کیلئے ہے اور کوئی غیر بنی اسرائیل اس میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس کائنات میں انسان کی حیثیت کا تعین بھی اس مذہب نے بطور بنی اسرائیل کے ایک فرد کے کیا ہے اور اس کی نظر میں بنی اسرائیل کیلئے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے معافی کا اعلان کیا ہوا ہے، یہود کا عقیدہ ہے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں اس لئے ہم سے کسی قسم کی پرسش ہی نہیں جنت ہے ہی صرف ہمارے لئے۔ قرآن کے الفاظ میں وہ ابنٰؤ اللّٰہ واحباؤہ کے قائل ہیں۔ اس نظریہ کے اپنانے کے نتیجے میں اس قوم میں اعمال کی ذمہ داری کا احساس ہی مفقود ہو گیا ہے۔ دنیا دیکھ رہی ہے کہ یہ قوم تمام اخلاقی رذائل کا ایک مثالی نمونہ بن کر رہ گئی ہے۔ غور فرمائیے یہ نظریہ اس قوم کو اس کے سوا اور دے بھی کیا سکتا تھا۔ یہ نظریہ نسلی تعصب کا ایک نمونہ ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی فطرت کے لئے انتہائی ضرر رساں ہے۔

ان مذکورہ بالا مذاہب کے علاوہ چند فلسفہ ہائے زندگی اور ہیں جنہوں نے اپنے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق کائنات میں انسان کی حیثیت متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان فلسفہ ہائے زندگی کے علمبرداروں نے پیغمبر ہونے کا دعویٰ تو واقعی نہیں کیا مگر اس ایک بات کے علاوہ یہ فلسفے ایک مستقل مذہب کی دیگر تمام خصوصیات کے مالک ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی روشنی کی طرف قدم بڑھانے سے پہلے ان فلسفوں کے پھیلائے ہوئے اندھیروں پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیں۔ ان میں سے ایک گروہ کی نظر میں انسان اس دنیا میں صرف تھوڑی سی مدت کے لئے مزے اڑانے آیا ہے۔ اس لئے اس کے نزدیک کھاؤ پیو اور عیش کرو، اسی کا نام زندگی ہے۔ اس زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں، لہٰذا فکر کی کیا ضرورت۔ اس گروہ کی نظر میں انسان گویا دوسرے حیوانوں کی طرح ایک حیوان ہے۔ ایک دوسرے گروہ نے انسان کو ایک مجبور محض ہستی سمجھ رکھا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ فطرت کے قانون نے انسان کو اپنی گرفت میں لے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھا ہے نہ وہ اپنے کسی ارادہ کا مالک اور نہ کسی قسم کا عمل کرنے پر قادر۔ دوسرے لفظوں میں اس گروہ کی نظر میں انسان پر اپنے کسی فعل کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اور اس لحاظ سے یہ گروہ انسان کو نباتات وجمادات سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ ایک تیسرا گروہ اور ہے جو زندگی کے ارتقائی تصور پر یقین رکھتا ہے اور انسان کو بقائے برتر کے قانون کا پابند ٹھہراتا ہے اسکی نظر میں انسان ایک معمولی ذرہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، وہ سمجھتا ہے کہ انسان کی ابتداء ایک خلوی پودے سے ہوئی اور وہ نہ جانے کس کس قسم کے کیڑے مکوڑوں کے روپ دھارتا ہوا اور مچھلیوں اور بندروں کے جون بدلتا ہوا اس موجودہ شکل تک پہنچا ہے۔ یہ گروہ بھی دراصل انسان کو ایک میکانکی قانون کے سامنے ایک مجبور محض ہستی ٹھہراتا ہے اور اس کے کسی عمل کا اسے ذمہ دار نہیں ٹھہراتا۔ غرض یہ اور اسی قسم کی دیگر فلسفیانہ موشگافیاں بھی کسی طرح انسانی فطرت سے ہم آہنگ نہیں ہیں اور ان کی حقیقت اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارنے سے زیادہ کچھ نہیں۔ چنانچہ اگر ہم یہ کہیں کہ یہ تمام مذاہب اور یہ تمام فلسفہ ہائے زندگی کائنات میں انسان کا صحیح مقام متعین کرنے سے عاجز رہے ہیں تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔

دراصل کائنات میں انسان کی حیثیت کے بارے میں ان تمام مذاہب وفلاسفہ کے یہ ناکام اور ناکمل نظریات نتیجہ ہیں اس حقیقت کا کہ ان سب نے انسانی زندگی کا محض ایک پہلو مدنظر رکھا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی نظریہ ایسا نہیں ہے جو ہر لحاظ سے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہو۔ اور یہی بات شاہد ہے اس حقیقت پر کہ ان تمام مذاہب وفلسفیات کو انسانی عقل کی محدود سوچ نے جنم بخشا ہے۔

اب ان تمام نظریات کے مقابلہ میں ذرا دیکھئے اسلام اس کائنات میں انسان کو کیا مقام عطا کرتا ہے اور پھر ذرا موازنہ کرکے دیکھئے کہ کیا اس سلسلہ میں اسلام ہی کا دیا ہوا نظریہ ایسا نظریہ نہیں ہے جو انسانی فطرت اور اسکی حقیقت کے عین مطابق ہے اور جس میں اس کائنات کی نظری روِش کو بھی پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اسلام کی نظر میں مظاہر فطرت کی شوکت وجبروت کے مقابلہ میں انسان کی کمزوری اور بے بسی ہی کو نہیں دیکھتیں اسکی ان دھیمی قوتوں کو بھی جانتی ہیں جو اسے ان تمام مظاہر فطرت پر شرف و بزرگی عطا کرتی ہیں۔ اور اسے اشرف المخلوقات جیسے بلند مقام پر فائز کرتی ہیں۔ اسلام کی نظر میں انسانی زندگی محض تکلیف اور رنج والم ہی کا مرقع نہیں ہے بلکہ ان لمحات مسرت سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی مالامال ہے جو انسان کو اس دنیا ہی میں جنت کی یاد دلادیتی ہیں۔ اسلام انسان کی صرف مادی خصوصیات پر نظر رکھ کر اسے ازلی خطاکار نہیں ٹھہراتا، اسکی روح کی ان صلاحیتوں سے بھی واقف ہے جو اسے قرب خداوندی کی بلندیوں تک لے جاتی ہیں۔ اسی طرح اسلام نہ انسان کو محض عیش و عشرت کیلئے بالکل آزاد چھوڑتا ہے اور نہ کسی میکانکی قانون کا پابند بناکر بالکل ہی ایک مجبور محض ہستی ٹھہراتا ہے وہ انسانی زندگی کے تمام گوشوں پر پوری نظر رکھتا ہے اور اس کے لئے اس کائنات میں ایک ایسا مقام متعین کرتا ہے جو اس کے شایان شان ہے اور اسکی فطرت سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔

اسلام کہتا ہے کہ یہ انسان دیگر تمام مخلوقات کی طرح نہیں ہے، بلکہ اس کائنات میں رب العالمین کے ایک ذمہ دار نائب کی حیثیت کا مالک[1] ہے، اس کائنات میں جو کچھ ہے وہ سب اس کا تابع فرمان[2] ہے، وہ ان سب پر حاکم ہے اور اس کائنات کی تمام مخلوقات پر اسے عزت و شرف حاصل[3] ہے مگر یہ حکومت اور عزت و شرف اسے اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے، جب وہ اس ہستی کا مطیع و فرمانبردار[4] ہے جسکی طرف سے نائب بن کر وہ اس دنیا میں آیا ہے۔ اسلام کی نظر میں انسان اس کائنات کی ہر چیز پر حاکم ہے، مگر اپنے آقا کا محکوم ہو کر وہ اس کائنات کا فرمانروا ہے، مگر اس کائنات کے خالق کا تابع فرمان بن کر۔ اسلام کہتا ہے کہ انسان اس دنیا میں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ وہ اسے اپنے تصرف میں لائے پھر اس تصرف میں وہ ان ہدایات پر کاربند رہے جو اسے وقتاً فوقتاً اپنے آقا کی طرف سے پہنچتی رہیں۔ اس تصرف میں وہ جیسے صحیح یا غلط عمل کریگا ویسے ہی اچھے یا برے نتائج مرتب ہوں گے جنکا اثر وہ اس دنیاوی زندگی کے بعد کی ایک اور زندگی میں[5] دیکھے گا۔ لہذا ضروری ہے کہ انسان کو اپنی

---

[1] انی جاعل فی الارض خلیفۃ (البقرہ) ایک جگہ اسی بات کو یوں ارشاد فرمایا: وھو الذی جعلکم خلائف الارض (الانعام)　[2] الم تر ان اللہ سخر لکم ما فی الارض (الحج)

[3] ولقد کرمنا بنی آدم وحملنھم فی البر والبحر (بنی اسرائیل)

[4] وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض۔

[5] ان الساعۃ آتیۃ اکاد اخفیھا لتجزی کل نفس بما تسعی (طٰہٰ) ایک اور جگہ ارشاد ہے: وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مختصر سی زندگی میں ہر لمحہ اس حقیقت کا احساس رہنا چاہیئے کہ جو چیزیں اس کے آقا نے اپنے نائب کی حیثیت سے اس کے تصرف میں دی ہیں ان سب کا اس سے پورا پورا احساب[1] لیا جائے گا۔ اور چونکہ یہ نیابت کا منصب بنی نوع انسان کے ہر فرد کو علٰحدہ علٰحدہ مستقل طور پر حاصل ہے اس لئے ہر فرد اپنے اپنے طور پر اس منصب کی ذمہ داریوں کے بارے میں جواب دہ ہوگا کسی پر کسی دوسرے کے عمل کی جواب دہی کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔ ولا تکسب کل نفس الا علیہا ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔

اب اسلام کے عطا کردہ انسان کے اس منصب نیابت کو ذہن میں رکھئے اور ذرا غور کیجیئے کہ انسان کو اس سے بہتر کوئی اور مقام اس کائنات میں عطا کیا جا سکتا ہے کیا یہی وہ مقام نہیں ہے جسکی تلاش میں تمام مذاہب فکر نے ٹھوکریں کھائی ہیں اور اسکو پانے میں ناکام رہے ہیں۔ کیا انسان کو عطا شدہ یہ منصب نیابت انسانی فطرت کے تمام تقاضوں کا مقابلہ کرنے کی پوری طرح صلاحیت نہیں رکھتا، کیا کسی درجہ میں بھی یہ اس کائنات کے فطری اصولوں میں سے کسی اصول سے متصادم نظر آتا ہے آپ کو ان تمام سوالوں کا جواب نفی میں ملے گا۔ نائب کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے آقا کی اطاعت کرے۔ اپنے آقا کی اطاعت سے وہ اگر انحراف کرتا ہے یا کسی اور کی اطاعت کا طوق اپنے گلے میں ڈالتا ہے تو وہ نائب نہیں باغی ہے۔ نائب کو اس بات کی بھی قطعاً اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنے آقا کی رعیت کو اپنی رعیت بنا لے۔ اسی طرح نائب اپنے آقا کی املاک میں تصرف تو کر سکتا ہے لیکن آقا کی حیثیت سے نہیں نائب کی حیثیت سے۔ ان ہدایات پر پورا پورا عمل کرتے ہوئے جو اس تصرف کے سلسلہ میں آقا کی طرف سے اسے ملیں نائب کو یہ حق نہیں ہے کہ اپنی مرضی سے جو چاہے کرے اسے اپنے آقا کے سامنے ایک ایک پائی کا حساب دینا ہے۔ نائب خدا ہونے کی حیثیت سے وہ کائنات کی تمام چیزوں سے افضل و اعلیٰ ہے اور اس لحاظ سے اس کائنات کی تمام چیزیں اس کے ماتحت ہیں اور ماتحتوں کے آگے جھکنا باعث ذلت ہے، مگر ایک ہستی ایسی بھی ہے جس کے آگے جھکنا اس کا فرض ہے اور وہ ہستی وہ ہے جس نے اسے اپنا نائب بنایا ہے، یعنی خدا۔ نائب کے لئے یہ بات

---

[1] والوزن یومئذ الحق فمن ثقلت موازینہ فاولٰئک ھم المفلحون ومن خفت موازینہ فاولٰئک الذین خسروا انفسھم بما کانوا بآیٰتنا یظلمون (اعراف)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ اس کائنات سے کوئی تعلق نہ رکھے اور اپنی ذمہ داریوں سے منہ موڑ کر گوشہ نشین ہو جائے اگر ایسا کرے گا تو اپنے آقا کا نافرمان ٹھہرے گا۔ یہی ہیں وہ نکات کہ انکی حقیقت اگر اپنی تمام جزئیات کے ساتھ انسان کے ذہن پر منکشف ہو جائے تو انسان اس کائنات میں اپنا اصل مقام پہچان لیتا ہے پھر اس کے نزدیک یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہوتی ہے وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتا ہے کہ دنیا میں جتنی مدت وہ زندہ رہے اس کا ہر لمحہ اس کھیتی کے بونے اور جوتنے میں صرف کر دے تاکہ آخرت میں اسکی بہتر سے بہتر فصل کاٹے اس طرح اسکی قوت عملی روز بروز جلا پاتی رہتی ہے، وہ رہبانیت کا شکار نہیں ہو پاتا نیابت خداوندی کا تصور اسے دنیا میں پوری طرح منہمک رہتے اور دنیوی معاملات کو پوری سرگرمی کے ساتھ انجام دینے پر ابھارتا رہتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی ذمہ داری کا خیال اور ایک دن اپنے آقا کے سامنے جواب دہ ہونے کی فکر اسے حد سے متجاوز نہیں ہونے دیتی، وہ نائب خدا ہونے کی حیثیت سے انتہا درجہ کا خود دار ہوتا ہے، مگر اسی نیابت کا تصور اسے متکبر ہونے سے بھی باز رکھتا ہے۔ وہ نیابت خداوندی کا فرض بحسن وخوبی انجام دینے کی خاطر ان تمام چیزوں کی طرف پوری رغبت رکھتا ہے جو اس کے فرض کی بجا آوری کے لئے ضروری ہیں مگر اس کے ساتھ ہی ان تمام چیزوں سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے جو اسے دنیا کی لذتوں میں گم کر کے اس کے فرائض سے اسے غافل کر دیں اور اسطرح اسلام کے پیش کردہ اس نظریہ پر ایمان رکھنے والا جب تک اس کائنات میں رہتا ہے نہ صرف یہ کہ اسکی فطری روش سے ہم آہنگ رہتے ہوئے اس سے پوری طرح بہرہ اندوز رہتا ہے بلکہ دن بدن اسکی رعنائیوں میں اضافہ کا موجب بنتا ہے اور جب اس کائنات میں اپنی مقررہ مدت پوری کر کے دوسری زندگی میں قدم رکھتا ہے۔ تو ابد الآباد کی راحتوں اور لذتوں سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔

■■

جامعہ اشرفیہ پشاور کا دینی مجلہ ماہنامہ
صدائے اسلام
زیر سرپرستی مولانا محمد یوسف قریشی مہتمم جامعہ
مورخہ یکم صفر ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۷۰ء
نہایت آب وتاب سے منظر عام پر آ رہا ہے انشاء اللہ
دفتر ماہنامہ صدائے اسلام جامعہ اشرفیہ پشاور

عصمت انبیاءؑ اور حرمت صحابہؓ
مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہ کے قلم سے ایک فکر انگیز،
ایمان افروز اور مبسوط مقالہ بینات کے تازہ
شمارہ میں ملاحظہ کیجئے اس شمارہ کی قیمت معہ
ڈاک خرچ ایک روپیہ۔
ماہنامہ بینات نیو ٹاؤن کراچی ۵

© rasailojaraid.com